ردّالمحتار علی الدرّالمختار شرح تنویر الأبصار

مولانا مفتی ابولبابہ صاحب

"وہ کتابیں اپنے آباء کی......" کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع و مصادر اور ماخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب "ردّالمحتار علی الدرّالمختار شرح تنویر الأبصار" کا تعارف نذر قارئین ہے۔

اس کتاب میں ایک متن ہے، ایک شرح، ایک حاشیہ اور آخر میں تکملہ۔ متن کا پورا نام "تنویر الأبصار وجامع البحار" ہے، جو شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی (۹۳۹۔۱۰۰۴ھ) کی تصنیف لطیف ہے، اسے اختصاراً "التنویر" بھی کہہ دیتے ہیں، اس صورت میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: قال فی التنویر...... یہ متن شہرۂ آفاق تصنیفات میں شمار ہوتا ہے، اس کی چار مشہور شروحات لکھی گئی ہیں:

۱۔ ایک شرح خود مصنف نے لکھی ہے، اس کا نام "منح الغفار" ہے، "الدرالمختار" میں جہاں کہیں "وأقره المصنف في المنح" یا "كذا حرره المصنف" آتا ہے، اس سے مصنف علیہ الرحمۃ کی اسی شرح کا حوالہ مقصود ہوتا ہے، اس شرح پر شیخ الاسلام علامہ خیرالدین الرملی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ لکھا ہے، اس حاشیہ کا حوالہ اکثر شامی میں آتا ہے۔

۲۔ دوسری شرح ملا حسین بن اسکندر رومی نے لکھی ہے۔

۳۔ ایک شرح ابن عبدالرزاق عبدالرحمٰن بن ابراہیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۵ھ...... ۱۱۳۸ھ) نے لکھی ہے، جو دمشق کے مدرسہ ناصریہ کے مدرس تھے، اس کا نام "مفاتيح الأسرار" ہے اور یہ مخطوطہ ہے، طبع نہیں ہوئی۔

۴۔ سب سے مشہور، متداول اور مقبول عام شرح مفتی شام علامہ علاءالدین محمد بن علی حصکفی (۱۰۲۵ھ...... ۱۰۸۸ھ) کی تحریر کردہ ہے، جس کا نام "الدرالمختار" ہے۔ (الدر: الجوهر، وهو اسم جنس يصدق على القليل والكثير، والمختار الذي يؤثر على غيره۔ اه ط) انھوں نے پہلے ایک طویل شرح لکھنی شروع کی، جس کا نام "خزائن الاسرار و بدائع الأفكار" رکھا، پھر طوالت کے خوف سے اس کا اختصار "الدر المختار" کے نام سے کیا۔ (یہ ترکیب توصیفی ہے، اس کو "درالمختار" پڑھنا غلط ہے، یا تو موصوف وصفت دونوں کو معرف باللام پڑھا جائے، "الدر المختار" یا دونوں کو منکر، یعنی "درمختار" اس صورت میں یہ فارسی ترکیب میں صحیح ہوگا۔) اس شرح کا حوالہ اس کے اصل نام "الدرالمختار" کے علاوہ کئی ناموں سے دیا جاتا ہے:

۱۔ اسے "شرح التنوير" بھی کہتے ہیں: فیقال: قال في شرح التنوير أو قال شارح التنوير......

۲۔ شارح کا لقب "علاءالدین" تھا، اس لیے ان کی کتاب کا حوالہ دیتے وقت "قال العلاء" بھی کہا جاتا ہے، اس صورت میں الف لام مضاف الیہ کا عوض ہوتا ہے۔

۳۔ شارح جس بستی میں رہتے تھے، اس کا نام "علاء" تھا، اس کی طرف نسبت کر کے "قال العلائي"...... بھی کہتے ہیں۔

یہ شرح متن کی تشریح کے ساتھ ساتھ مسائل فقہیہ کے ضبط و تصحیح میں بے نظیر ہے، جب سے تصنیف ہوئی، کتب فقہ میں ممتاز ترین درجہ حاصل کر گئی ہے، شرح اور حاشیہ میں فرق یہ ہے کہ جب متن کی عبارت پوری نقل کی جائے، درمیان میں اس کی تشریح کی جائے

تو یہ شرح ہے، اور اگر متن کی عبارت پوری نقل نہ ہو، بلکہ بقدر ضرورت "قولہ" کے ساتھ کچھ الفاظ لکھ کر اس کی توضیح کی جائے، تو یہ حاشیہ ہے۔ اس شرح کے کئی حاشیے لکھے گئے ہیں، ان کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کیونکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان کا حوالہ دے کر رمزی حروف کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ا۔ پہلا حاشیہ ابراہیم حلبی کا ہے، علامہ شامی ایک واسطے سے ان کے شاگرد ہیں، ان کی تحقیقات کا حوالہ حرف (ح) سے دیتے ہیں۔ اس حاشیے میں شرح پر جو اشکالات کیے گئے ہیں، علامہ شامیؒ نے کتابی صورت میں ان سب کا جواب لکھا ہے، اس کا نام "رفع الأنظار عما أورده الحلبي على الدر المختار" ہے۔

۲۔ دوسرا حاشیہ "حاشية الطحطاوی" کے نام سے مشہور اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے، یہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی کا تحریر کردہ ہے، علامہ شامی اس سے بھی بکثرت استفادہ کرتے ہیں اور وہ (ط) سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ کی تحریر کے وقت ان دونوں حواشی سے خصوصیت کے ساتھ مراجعت واستفادہ کیا ہے، اور یہ حضرات چونکہ ان کے مشائخ میں سے تھے، لہٰذا ان کے ساتھ نہایت متادبانہ رویہ اختیار کیا ہے۔

۳۔ تیسرا حاشیہ شیخ مصطفیٰ رحمتی انصاری کا ہے، یہ بھی ایک واسطے سے علامہ شامی کے استاذ ہیں، شامیہ میں ان کے لیے "رحمتی" کا رمز اختیار کیا گیا ہے۔

۴۔ چوتھا حاشیہ علامہ عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد کا ہے جو ابن عبدالرزاق سے مشہور ہیں۔

انہی محشی نے فقہ حنفی کے مشہور متن "ملتقى الأبحر" کی "کتاب الفرائض" کو منظوم صورت میں ڈھالا تھا اور اس کا نام "قلائدالمنظوم" رکھا، علامہ شامی نے اس کی شرح "الرحيق المختوم" کے نام سے لکھی ہے، یہ مجموعہ رسائل ابن عابدین میں شامل ہے۔ اس حاشیہ کے لیے شامیہ میں "ابن عبدالرزاق" کا رمز اختیار کیا گیا ہے۔

۵۔ سب سے مقبول، مستند اور جامع حاشیہ خاتمۃ المحققین، علامہ محمد بن امین بن عمر کا ہے جو "ابن عابدین" سے مشہور ہیں (پیدائش ۱۱۹۸ھ وفات ۱۲۵۲ھ) عابدین محمد صلاح الدین کا لقب ہے جو چھٹی پشت میں ان کے دادا ہیں، اس نسبت سے ابن عابدین سے مشہور ہیں، یہ نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں، ستائیسویں پشت میں ان کا نسب حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے اور تینتیسویں پشت میں فخر موجودات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

اس حاشیہ کا اصل نام "ردالمحتار" بالحاء المهملة ہے، یہ ترکیب اضافی ہے، رد کے ہی معنی ہیں: لوٹانا، محتار کے معنی ہیں: حیران وسرگردان، یعنی جو شخص "الدرالمختار" کے سمجھنے اور مسائل کے حل میں حیران وپریشان ہے تو یہ حاشیہ اس کی حیرت کو دور کر کے اسے مطمئن کردے گی۔ اس کا دوسرا نام "حاشية ابن عابدين" ہے، عرب میں اسی نام سے مشہور ہے۔ تیسرا نام "شامیة" (بالیاء المشددہ) یا "شامی" ہے، مصنف چونکہ شام کے رہنے والے تھے، اس لیے ان کے علاقے کی نسبت سے یہ نام ہے، جیسے: "صحيح البخاری" کو "بخاری" کہتے ہیں۔

محشی محقق رحمۃ اللہ علیہ کو "الدرالمختار" سے حد درجہ شغف اور اس کے مصنف سے انتہائی انسیت تھی، حتی کہ انھوں نے اپنے بیٹے کا نام شارح کے نام پر "علاء الدین" رکھا اور ان کی ولادت کی تاریخ اپنے پاس موجود "الدر المختار" کے نسخے کی پشت پر لکھی، اور اپنی وفات سے بیس روز قبل اپنی قبر کے لیے شارح کی قبر کے برابر جگہ منتخب کی جو آج بھی دمشق کے مقبرہ میں "الباب الصغیر" کے پاس موجود ہے، اور اس میں دفن کرنے کی وصیت کی۔ نیز شارح کی دیگر دو کتابوں پر بھی حاشیہ لکھا، ایک "ملتقى الأبحر" کی شرح "الدر المنتقى في شرح

الملتقی" پر، اور ایک اصول فقہ کی مشہور کتاب "المنار" کی شرح "افاضة الأنوار" پر۔ اس کے انھوں نے دو حاشیے لکھے: ایک کبریٰ اور دوسری صغریٰ، ان میں سے ایک کا نام "نسمات الأسحار علی إفاضة الأنوار" ہے۔ محشی علیہ الرحمۃ نے یہ حاشیہ "کتاب الاجارہ" سے لکھنا شروع کیا، پھر آخر تک پورا کرنے کے بعد "کتاب الطہارۃ" سے شروع کر کے کتاب الاجارہ تک مکمل کیا۔

یہ کتاب بہت بابرکت اور بڑی مقبول ہے، جس طرح اس کتاب کا متن پچھلے تمام کتب فقہ میں امتیازی مقام رکھتا ہے اور جس طرح اس متن کی تمام شروح میں سے "الدر المختار" ممتاز ترین شرح ہے، اسی طرح یہ حاشیہ تمام حاشیوں میں بہترین اور جامع ہے، شارح نے شرح کی ابتداء اولاً روضۂ نبویہ (علی صاحبها ألف ألف سلام وتحية) کے سامنے اور، پھر حطیم و مقام ابراہیم کے درمیان کی، نیز مصنف و شارح رحمہما اللہ دونوں خواب میں بشارت نبویہ سے سرفراز ہوئے ہیں۔

خود محشی صرف بلند پایہ محقق و مصنف ہی نہیں، عظیم المرتبت روحانی شخصیت بھی تھے، انھوں نے روحانی تربیت اور اسباق تصوف کی تکمیل اپنے مربی واستاذ، شیخ الوقت سید محمد شاکر ابن مقدم سعد کے پاس کی، یہ بلاد شام میں سلسلہ قادریہ کے شیخ وقت تھے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ علوم وفنون کی تعلیم انہی سے پائی تھی۔ علامہ شامی نے اپنا تمام وقت ذکر وعبادت، درس وتدریس، افتاء وتصنیف کے لیے وقف کر رکھا تھا، اپنا کاروبار بھی خود نہیں کرتے تھے، ایک شریک کو سونپ رکھا تھا، عادت تھی کہ رمضان کی ہر رات ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے، عام دنوں میں اکثر ساری ساری رات گریہ وزاری اور تلاوت میں گزر جاتی تھی، تصوف سے ان کو خاص شغف تھا۔ ان کے زہد و تقویٰ، اخلاص وللّٰہیت، خدمت اساتذہ وشیوخ کی بناء پر اس کتاب کو ایسا قبول عام اور شہرت دوام حاصل ہوئی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اہمیت

افتاء کے کام میں سب سے زیادہ اہمیت "ردالمحتار" کی ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مصنفین سے متاخر ہیں، انھوں نے پچھلے تمام فقہاء کی کتب کو سامنے رکھ کر یہ کتاب تصنیف کی ہے، لہٰذا اس کتاب میں فقہاء امت کی بارہ صدیوں کی محنت اور تحقیقات کا نچوڑ آگیا ہے۔

۲۔ دوسری وجہ اس کتاب کا مستند ہونا ہے، مصنف نے کوئی بات نقل کرتے وقت صرف نقل پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ التزام کے ساتھ اس بات کی تحقیق کا اہتمام کیا کہ قائل اول کون تھے اور ان کی اپنی اصل عبارت کیا ہے، کیونکہ کبھی ناقل اول سے غلطی ہو جاتی ہے، بعد والے حضرات کو اس کا علم نہیں ہو پاتا، وہ ناقل اول پر اعتماد کر کے نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ نے "شرح عقود رسم المفتی" میں اس کی کئی مثالیں دی ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ اس کتاب کا جامع ہونا ہے، مصنف کی عادت ہے کہ سابقہ تمام اقوال و مباحث کو سامنے رکھ کر تطبیق یا ترجیح کی صورت بیان فرماتے ہیں، مفتی کے لیے "ردالمحتار" سے استغناء نہیں، دوسری کتب سے فتویٰ دینا چاہیں تو بہت سی کتب کا مطالعہ کرنا ضرور ہوگا، کیونکہ ترجیح میں اختلاف ہوتا ہے یا قول مطلقاً ذکر ہوتا ہے جب کہ وہ مقید ہوتا ہے، مفتی کے لیے کافی محنت کے بعد بھی ترجیح یا معرفت قیود میں غلطی کا احتمال رہتا ہے، "ردالمحتار" دیکھنے والا اتنی محنت سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اور غلطی کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے یہ کتاب اپنے وقت تحریر سے آج تک مرجع اہل افتاء ہے۔

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ محشی رحمہ اللہ انتہائی محتاط تھے، ان سے افراط و تفریط نہیں دیکھا گیا، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

”علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے سے پہلے کی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ اگر ان اقوال میں بظاہر تعارض ہو تو ان کو رفع کرنے کے لیے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں وہاں بالعموم آخر میں ”تامل“ یا ”تدبر“ کہہ کر خود بری ہو جاتے ہیں اور ذمہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات الجھے ہوئے مسائل میں ہم جیسے لوگوں کو ان کی کتاب سے مکمل شفاء نہیں ہوتی۔ لیکن یہ طریقہ ”ردالمحتار“ میں رہا ہے، مگر چونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ”البحر الرائق“ کا حاشیہ ”منحة الخالق“ اور ”تنقیح الحامدیة“ بعد میں لکھا ہے، اس لیے ان کتابوں میں مسائل زیادہ منقح انداز میں آئے ہیں، جنھیں پڑھ کر فیصلہ کن بات معلوم ہو جاتی ہے۔“ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ۱۳۹۹ھ)

کتاب سے استفادہ کا طریقہ

اس کتاب سے مسئلہ تلاش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مسئلہ کے ان مقامات کی تعیین کی جائے جہاں اس مسئلہ کے ذکر کرنے کا امکان ہو، یعنی یہ مسئلہ کس کتاب یا باب سے تعلق رکھتا ہے، صلوۃ سے یا زکوۃ سے، بیوع سے یا حظر واباحت سے، اس کے بعد پہلے فہرست میں دیکھیں، شامیہ کی فہرست میں اکثر اہم مسائل پر ”مطالب“ کے نام سے عنوانات قائم کیے ہوئے ہیں، کسی ”مطلب“ کے تحت بعینہ مسئلہ مل جائے تو ٹھیک ورنہ مطلوبہ مسئلے سے قریب ترین ”مطلب“ کے تحت دیکھیں، اگر ایسا ”مطلب“ بھی نہ ملے تو متعلقہ باب یا فصل کا متن دیکھنا شروع کریں، اگر صراحۃً متن میں نہیں ملا تو متن کے کسی مسئلے سے اس کی مناسبت ہو تو وہاں شرح دیکھیں، پھر حاشیہ بھی دیکھیں، اگر نہ ملے تو باب کے آخر میں ”فروع“ کے عنوان سے متفرق اہم مسائل ہوتے ہیں، ان کے بعد اشعار ہوتے ہیں، یہ بھی اہم مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں، ان فروع اور اشعار کی حیثیت ہر باب کے ”مسائل شتی“ کی ہے، جو مسئلہ اثناء باب میں نہ ہو، وہ ان میں ذکر کیا جاتا ہے، لہٰذا ان کو بھی دیکھیں، ان میں بھی نہ ملے تو کتاب کے آخر میں ”کتاب الفرائض“ سے پہلے ”مسائل شتی“ کے عنوان سے ہر باب کے رہ جانے والے مسائل ذکر کیے گئے ہیں، ان میں تلاش کریں، مسئلہ کی تلاش میں کامیابی کی کلید یہ ہے کہ جہد مسلسل جاری رکھی جائے، تھکن اور گھبراہٹ کو قریب نہ پھٹکنے دیا جائے، جس کو اس مشقت کے تحمل اور ورق گردانی کی عادت پڑ گئی، درحقیقت اسے ”مفتاح النجاح“ ہاتھ لگ گئی۔

پھر جب مسئلہ مل جائے تو اس کی تخریج کا طریقہ یہ ہے کہ اسے پورے سیاق وسباق کے ساتھ اولاً متن وشرح میں دیکھا جائے، پھر حاشیے میں اس کے متعلق جتنی بحث ہو، مکمل دیکھی جائے، جہاں آپ سمجھیں کہ بحث ختم ہو رہی ہے، اس سے بھی تھوڑا آگے دیکھیں، کیونکہ بعض مرتبہ ایک مسئلہ کی کچھ شروط وقیود تھوڑا آگے جا کر ذکر ہوتی ہیں، یا اس پر مزید بحث وتحقیق ہوتی ہے، بعض اوقات اس کا طرز یہ ہوتا ہے کہ اولاً ایک قول کا دلائل کے ساتھ اثبات کیا جاتا ہے، پھر اس کا رد کیا جاتا ہے، پھر رد کا رد کر کے اول کا اثبات ہوتا ہے، یہ محققینَ عادت ہوتی ہے، وہ مقصود کے اثبات میں حائل ان تمام شبہات کا حل کرتے ہیں، جن کے وارد ہونے کا امکان ہوتا ہے اور قول مرجوح حق میں جتنے دلائل ہوتے ہیں، ان سب پر کلام کرتے ہیں، تاکہ مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو کر بے غبار ہو جائیں۔ نیز طالب بھی تحقیق طریقہ سیکھے، لہٰذا تمام بحث کو آگے تک دیکھنا چاہیے، آخر تک پہنچے بغیر نتیجۂ بحث سے آگاہی حاصل نہیں ہوتی، کبھی شارح ماتن کی تحقیق متفق نہیں ہوتے، اور کبھی شارح کی تحقیق محشی کے نزدیک قابل اطمینان نہیں ہوتی، لہٰذا متن، شرح وحاشیہ تینوں کو مسئلہ کے مکمل اختتام

تک دیکھنا چاہیے، کہیں "کماقدمناه" یا "کماسیجئ" فرمایا ہو تو اسے بھی دیکھیں، اسی طرح اس مسئلہ کے اور مظان متوقعہ ہوں تو ان کی بھی مراجعت کریں، مثلاً: سلام کے احکام ایک تو مفسدات صلوۃ میں "تکلم فی الصلوۃ" کے ضمن میں ہیں، دوسرے "الحظر والإباحت" میں "تشمیت عاطس" کے ساتھ ذکر ہیں، دونوں جگہ کچھ ایسے مسائل ہیں، جو دوسری جگہ نہیں، لہٰذا دونوں کو دیکھے بغیر واقفیت تامہ حاصل نہیں ہوتی۔ جلدبازی سے بات ادھوری سمجھنے کا اندیشہ رہتا ہے، کتاب کے مطلوبہ مقام پر "تقریرات رافعی" میں کلام ہو تو اس کی بھی مراجعت کریں کہ ان کی تحقیقات بھی نہایت عمدہ ہوتی ہیں، بعض مقامات پر فتویٰ بھی ان کی تحقیق پر دیا گیا ہے۔ اس طرز پر چند مسائل کی تخریج سے کتاب سے مناسبت پیدا ہو کر استفادہ سہل ہو جاتا ہے، محنت کے ساتھ دعا کا بھی معمول بنائیں، مسئلہ تلاش کرتے وقت "یا معلم ابراهیم علمنی" کا ورد کرتے رہیں۔

قرة عيون الاخيار تكملة ردالمحتار

شامیہ کے نسخوں کے ساتھ ایک جلد بنام "قرة عيون الأخيار، تكملة ردالمحتار" ملتی ہے، یہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند کی تصنیف کردہ ہے، ان کا نام محمد علاء الدین بن محمد بن امین بن عمر تھا، یہ دمشق کے ممتاز علماء میں سے تھے، جس طرح سلطان اورنگزیب عالمگیر نے مجلس علماء سے "فتاوی عالمگیریہ" کی تصنیف کا عالی شان کام کروایا، اسی طرح خلافت عثمانیہ کے دور میں سلاطین آل عثمان نے بھی "المجلة الشرعيه للاحكام العدليه" کے نام سے سلطنت عثمانیہ کی قلمرو میں واقع عدالتوں کے لیے ایک مجموعہ تیار کروایا۔ اس کی تیاری میں عالم اسلام کے ممتاز ترین علماء کی خدمات حاصل کی گئیں، ان میں سے ایک علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند بھی تھے، یہ اپنے والد کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔ علامہ نے ان کا نام "الدرالمختار" کے مصنف کے نام پر "علاء الدین" رکھا، انھوں نے اپنے والد کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ جب علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے "ردالمحتار" کی تسوید سے فارغ ہو کر تبییض شروع کی تو ابھی "کتاب القضاء" کے "مسائل شتی" تک پہنچے تھے کہ انتقال فرما گئے، ان کے نسخے پر موجود حواشی کی تبییض ان کے صاحبزادے نے مکمل کی۔ اس کے بعد "تکمله ردالمحتار" کے نام سے "شامیہ" پر کچھ حواشی اور تعلیقات لکھی۔ یہ تکملہ "کتاب القضاء" کے مسائل شتی سے لے کر "کتاب الحصبة" کے اختتام تک ہے، مصنف اس کی تحریر سے ۱۰/رجب ۱۲۹۰ھ بروز منگل فارغ ہوئے۔

التحرير المختار۔ المعروف به "تقريرات الرافعي على الدرالمختار"

"ردالمحتار" کے ساتھ آخری جلد ان تعلیقات کی ہوتی ہے، جو علامہ عبدالقادر ابن مصطفیٰ رافعی (پیدائش ۱۲۴۸ھ/وفات ۱۳۰۵ھ) کی تحریر کردہ ہیں، یہ مصر کے مفتی اعظم، اور اپنے وقت کے فقہ حنفی کے امام تھے، محکمہ شرعیہ قانون کی مجلس علمی کے رئیس تھے، اور "ابوحنیفہ الصغیر" کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے پاس موجود "ردالمحتار" کے نسخے پر مطالعہ کے دوران حواشی و تعلیقات لکھے تھے اور آخر عمر تک اس پر اضافہ کرتے رہے تھے، ان کے صاحبزادے نے ان کی تجرید کی اور اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ان کو شائع کیا۔

علامہ رافعی کی یہ تقریرات انتہائی پر مغز، عمدہ اور نادر ہیں، بعض مقامات پر ان کو دیکھے بغیر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، لہٰذا مفتی اس کتاب سے بے نیاز نہیں، مثلاً: کفارہ یمین میں تداخل کی بحث میں "در مختار" اور "شامیہ" میں ثبوت تداخل کا قول ہے، یہ اوسع وایسر تو ہے، لیکن ارجح واشہر عدم تداخل کا قول ہے، جو علامہ رافعی نے "فتح القدیر" اور "عالمگیریہ" سے نقل کیا ہے۔ (دیکھیں ردالمحتار، ج۳ اول کتاب الأيمان، مطلب تتعدد الكفارة بتعدد اليمين اور اس پر تقریرات رافعی) اسی طرح ادخال صبيان فى صفوف الرجال کے مسئلے میں ان کی تحقیق پر آج کل فتویٰ دیا جاتا ہے۔